قرآن مجید میں خواتین کی نمائندگی: ایک تحقیقی جائزہ

Representation of Women in the Holy Qur'an: An Exploratory Review

Author: **Dr. Asma Aziz**
Assistant Professor, Department of Islamic Studies,
GC Women University Faisalabad,
Asmaaziz@gcwuf.edu.pk

Co-Author: **Zaib un Nisa**
Department of Islamic Studies,
GC Women University Faisalabad
zaibunnisaa09@gmail.com

Dr. Muhamamd Imran Malik
Visiting Lecturer, Punjab University, Lahore.
imranmalik.awan19@gmail.com

Abstract

The Holy Qur'an is a comprehensive guide for humanity, addressing diverse facets of women's rights, roles, and responsibilities. Pre-Islamic Arabia witnessed the marginalization of women, devoid of any rights. However, Islam emerged to accentuate the position and status of women, providing them with due recognition and dignity. It delineates guidelines for family life, inheritance, and social justice. Various womens are mentioned in the Qur'an, including Zulekha (the wife of Aziz), Bilquis (the Queen of Sheba), the wife of Hazrat Lut (AS), and Maryam. Islam inherently values and upholds the rights of women. The Qur'an offers legal protections in areas such as marriage, divorce, and inheritance, representing significant progress compared to the situation of women in pre-Islamic society.

Keywords: The Holy Qur'an, Women's Rights, Islamic Perspective, Gender Equality

تعارف:

قرآن ایسی کتاب ہے جو تمام بنی نوع انسان کی رشد وہدایت کا ذریعہ ہے۔ قرآن عورتوں کے حقوق، کردار اور ذمہ داریوں کے مختلف پہلوؤں کو بیان کرتا ہے۔ جس میں خواتین کے ساتھ عدل وانصاف کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ قرآن میں سب سے زیادہ عورتوں کا تذکرہ "سورۃ النساء" میں آیا ہے جو کہ قرآن کی چوتھی سورۃ ہے۔ قرآن میں بہت سی عورتوں کا ذکر کیا گیا ہے، جن میں عزیز مصر کی بیوی (زلیخا)، ملکہ سبا (بلقیس)، حضرت مریمؑ، اماں حواؑ اور ان کے علاوہ بہت سی خواتین کا تذکرہ موجود ہے۔ قرآن میں زیادہ تر خواتین کو ماں، بہن، بیٹی، زوجہ کہہ کر مخاطب کیا

گیا ہے۔

قرآن مجید میں عورتوں کو بہت اہمیت دی گئی ہے اوران کے حقوق اور مقام کو مضبوط کیا گیا ہے۔ قرآن میں عورتوں کو عدل، انصاف اور اچھے سلوک کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ قرآن میں عورتوں کو معاشرتی اور خاندانی امور میں اپنا کردار ادا کرنے کا حکم بھی ملتا ہے۔ عورتوں کے حقوق اوران کی عزت کا خیال کرنا بھی ایک اچھی جماعتی رہنمائی کی علامت ہے۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۹ میں فرمایا گیا:

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَاِن كَرِهتُمُوهُنَّ فَعَسٰىٓ اَن تَكرَهُوا شَيْئا وَّيجعَلَ اللّٰهُ فِيهِ خَيرًا كَثِيرًا (1)

"اور ان سے اچھا برتاؤ کرو پھر اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے"۔

عورتوں کا تذکرہ قرآن اور تفاسیر کی روشنی میں

1- حضرت حوّا کا ذکر:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يايها النَّاسُ اتقوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نفسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخلَقَ منها زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً-وَاتَّقواللّٰه الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ-اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيكُمْ رَقِيبًا (2)

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت پھیلا دیئے اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتوں کو توڑنے سے بچو۔ بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ سے ان کی زوجہ حضرت حواؑ کو ان کی بائیں پسلی سے پیدا کیا۔ اماں حوا کی پیدائش کے بعد جب آپؑ نیند سے بیدار ہوئے، تو حضرت حوا کو اپنے سامنے پاکر خوش ہوئے۔ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں: کہ عورت مرد سے پیدا ہوئی۔ اس لیے اس کی حاجت و شہوات بھی مرد کے ساتھ وابستہ ہیں۔ مرد زمین سے پیدا ہوا، اس لیے اس کی حاجت زمین کے ساتھ وابستہ ہے۔(3)

2- حضرت مریمؑ کا تذکرہ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے؛

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا-وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا-كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ- وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا، قَالَ يامَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا-قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ-اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (4)

"اس کے رب نے اسے اچھی طرح قبول کیا اور اسے خوب پروان چڑھایا اور زکریا کو اس کا نگہبان بنا دیا، جب کبھی زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے تو اس کے پاس پھل پاتے۔(زکریا نے) سوال کیا، اے مریم! یہ تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ اللہ کی طرف سے ہے، بیشک اللہ جسے چاہتا ہے بے شمار رزق عطا فرماتا ہے"۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت زکریاؑ کو مریمؑ کا کفیل بنانے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت مریم یتیم ہوگئی تھیں۔ لیکن دوسرے مورخین فرماتے

ہیں: کہ بنی اسرائیل میں قحط پڑ گیا تھا۔ جس کی وجہ سے حضرت زکریاؑ نے حضرت مریم کو اپنی کفالت میں لے لیا تھا۔ لیکن ان دونوں میں منافات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریاؑ کو ان کا کفیل مقرر کیا تھا تاکہ وہ ان سے علم نافع اور عمل صالح حاصل کریں اور دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ حضرت مریم کے خالو بھی تھے۔ جیسا کہ حدیث اسراء میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ دونوں خالو زاد بھائی تھے۔(5) جب حضرت مریم سِنِ رُشد کو پہنچ گئیں اور بیت المقدس کی عبادت گاہ (ہیکل) میں داخل کر دی گئیں اور ذکرِ الٰہی میں مشغول رہنے لگیں۔ حضرت زکریاؑ، جن کی تربیت میں وہ دی گئی، غالبًا رشتے میں ان کے خالو تھے اور ہیکل کے مجاوروں میں سے تھے۔ یہ وہ زکریا نبی نہیں ہیں جن کے قتل کا ذکر بائبل کے پرانے عہد نامے میں آیا ہے۔(6) محراب کا لغوی معنی ہے "اکرم موضع فی المجلس"۔ مجلس میں جو سب سے باعزت جگہ ہو اس کو محراب کہتے ہیں۔ جب بھی حضرت زکریاؑ حضرت مریم کے پاس جاتے تو ان کے پاس طرح طرح کے پھل رکھے پاتے۔ گرمی کے پھل سردی میں اور سردی کے پھل گرمی میں۔ اس سے علمائے اہلسنت نے اولیاء کرام کی کرامتوں کا برحق ہونا ثابت کیا ہے، کیونکہ حضرت مریم نبی نہ تھیں۔ بے موسم کے پھل کا آپ کے پاس پایا جانا آپ کی کرامت تھی۔ صرف معتزلیوں نے کراماتِ اولیاء کا انکار کیا ہے۔ اور آج بھی کئی اُن کے ہم نوا اہلِ سنت ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود کرامات کا انکار کرنا اپنے علم کا کمال سمجھتے ہیں۔(7)

3- حضرت لوطؑ کی بیوی (واھلہ) کا ذکر:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَاَنْجَیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ؗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ (8)

"ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی سوائے اس کی بیوی کے، وہ باقی رہنے والوں میں سے تھی"۔

حضرت لوطؑ کی بیوی، جس کا نام واھلہ تھا۔ جو غالبًا اسی قوم کی بیٹی تھی، اپنے کافر رشتہ داروں کی ہم نوا رہی اور آخر وقت تک اس نے ان کا ساتھ نہ چھوڑا۔ اس لیے عذاب سے پہلے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط اور ان کے ایماندار ساتھیوں کو ہجرت کر جانے کا حکم دیا تو ہدایت فرما دی کہ اس عورت کو ساتھ نہ لیا جائے۔(9) کیونکہ وہ آپ پر ایمان نہیں لائی تھی بلکہ حضرت لوطؑ کے خلاف لوگوں کو اُکساتی اور درپردہ ان لوگوں کی مدد کرتی تھی۔ اور کچھ مخصوص اشارات کے ذریعے آپؑ کے پاس آنے والے مہمانوں کی خبر ان تک پہنچاتی۔ اس لیے اللہ نے لوطؑ کو حکم دیا کہ راتوں رات اپنے گھر والوں کو ہمراہ لے کر نکل جائیں۔ اور اپنی بیوی کو اس بارے میں آگاہ نہ کریں اور نہ اسے شہر سے باہر نکالیں۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ وہ حضرت لوطؑ کے پیچھے چلی تھی۔ جب قوم پر عذاب آیا تو پیچھے پلٹ پلٹ کر دیکھنے لگی، اس لیے خود بھی اس عذاب کا شکار ہو گئی۔ لیکن صحیح بات یہی ہے کہ وہ نہ شہر سے باہر نکلی اور نہ لوطؑ نے انہیں آگاہ کیا۔ اس لیے وہ ان بدبختوں کے ساتھ وہاں ہی رہی۔(10) حضرت لوطؑ کی قوم کی نافرمانی بڑھتی چلی گئی تو اُن پر آگ اور پتھروں کی ایسی تباہ کُن بارش کی گئی کہ وہ بلکل خاک سیاہ بنا کر رکھ دیئے گئے۔ قرآن حکیم میں دوسری جگہ ہے کہ اُن کی بستیوں کو اُلٹ کر رکھ دیا گیا۔ آج بھی بحر مردار کو جو اُردن کے اسی علاقہ میں ہے جسے بحر لوط کہا جاتا ہے، بعض محققین کا خیال ہے کہ یہ وہی جگہ ہے جہاں قومِ لوط پر عذاب نازل ہوا۔(11)

4- عزیز مصر کی بیوی (زلیخا) کا ذکر:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَقَالَ نِسوَةٌ فِی المَدِینَةِ امرَاَتُ العَزِیزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَن نَّفسِهٖ قَد شَغَفَهَا حُبًّا اِنَّا لَنَرٰهَا فِی ضَلٰلٍ مُّبِینٍ(12)

"شہر کی عورتیں آپس میں چرچا کرنے لگیں کہ عزیز کی بیوی اپنے نوجوان غلام کے پیچھے پڑی ہوئی ہے، محبت نے اس کو بے قابو کر رکھا ہے، ہمارے نزدیک تو وہ صریح غلطی کر رہی ہے"۔

اس آیت میں زلیخا کو عزیز کی بیوی کہہ کر پکارا گیا ہے۔ بائبل کی روایت ہے کہ حضرت یوسفؑ کے جسم پر لباس کچھ اس قسم کا تھا کہ ادھر زلیخا نے اس پر ہاتھ ڈالا اور ادھر وہ پورا لباس خود بخود اُتر کر اُس کے ہاتھ میں آ گیا! پھر لُطف یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ وہ لباس اس کے پاس چھوڑ کر یونہی برہنہ بھاگ نکلے اور ان کا لباس (یعنی ان کے قصور کا ناقابلِ انکار ثبوت) اس کے پاس ہی رہ گیا۔ رہی تلمود تو اس کا بیان یہ ہے، فوطیفار نے جب اپنی بیوی سے شکایت سنی تو اس نے یوسف کو خوب پٹوایا، پھر ان کے خلاف عدالت میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ قمیض نہ پیچھے سے پھٹا ہے نہ آگے سے۔ لیکن ہر صاحب عقل یہ بات آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ قرآن کی روایت تلمود کی روایت سے زیادہ قرینِ قیاس ہے۔(13)

5- فرعون کی بیوی (آسیہ) کا ذکر:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَیْنٍ لِّیْ وَ لَكَ، لَا تَقْتُلُوْهُ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ(14)

"اور فرعون کی بیوی نے کہا: یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اسے قتل نہ کرو شاید یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں اور وہ بے خبر تھے"۔

6- حضرت موسیٰؑ کی والدہ کا ذکر:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَاَوحَینَاۤ اِلٰۤی اُمِّ مُوسٰۤی اَن اَرضِعِیهِ فَاِذَا خِفتِ عَلَیهِ فَاَلقِیهِ فِی الیَمِّ وَلَا تَخَافِی وَلَا تَحزَنِی اِنَّا رَادُّوهُ اِلَیكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ المُرسَلِینَ (15)

"اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو اِلہام فرمایا کہ اسے دودھ پلا پھر جب تجھے اس پر خوف ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور خوف نہ کر اور غم نہ کر، بیشک ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے اور اسے رسولوں میں سے بنائیں گے"۔

قرآن پاک میں حضرت موسیٰؑ کی والدہ کو 'موسی کی ماں' کہہ کر پکارا گیا ہے، بعض جگہوں پہ اُن کا نام 'یوکابد' بتایا جاتا ہے، لیکن قرآن میں اُنہیں موسیٰ کی ماں بلایا گیا ہے۔ چنانچہ جب موسیٰؑ کی پیدائش ہوئی تو ارشاد ہوا کہ جب تک خطرہ نہ ہو، بچے کو دودھ پلاتی رہو۔ جب راز فاش ہوتا نظر آئے اور اندیشہ ہو کہ بچے کی آواز سن کر یا کسی طرح دشمنوں کو موسیٰ کی پیدائش کا علم ہو جائے تو بے خوف اسے ایک تابوت میں رکھ کر دریا میں ڈال دینا۔ بائبل اور تالمود میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی والدہ نے سرکنڈوں کا ایک ٹوکرا بنایا اور اسے چکنی مٹی اور رال سے لیپ کر پانی سے محفوظ کر دیا، پھر اس میں حضرت موسیٰ کو لُٹا کر دریائے نیل میں ڈال دیا۔ لیکن سب سے بڑی بات جو قرآن میں بیان کی گئی ہے، اس کا کوئی ذکر اسرائیلی روایات میں نہیں ہے۔(16) حضرت موسیٰ کی والدہ کا مکان نیل کے کنارے پر تھا۔ ایک مرتبہ ایک شخص کے آنے کا علم ہوا تو آپ

کی والدہ نے فوراً آپ کو تابوت میں رکھا اور اسے بہا دیا، گھبراہٹ اور وحشت میں وہ رسی باندھنا بھول گئیں اور پانی کی موجیں تابوت کو بہا کر آگے لے گئیں۔(17) دوسری طرف جب موسیٰ کی والدہ کو اس بات کا علم ہوا کہ موسیٰ فرعون کے پاس ہے تو وہ بہت غمگین ہو گئیں۔ ان کا دل اپنے بچے کی یاد اور خیال کے سوا ہر چیز سے خالی ہو گیا۔ بعض نے لکھا ہے کہ اُنہیں وہ وعدہ بھی یاد نہ رہا جو اللہ نے ان سے کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ شیطان نے موسیٰ کی والدہ کو جا کر کہا کہ تو نے بچے کو اس لئے دریا کی موجوں کی نذر کیا کہ فرعون اسے قتل نہ کر دے لیکن تیرے بچے کو تو فرعون نے ہی اُٹھایا ہے، وہ اسے کب زندہ رہنے دے گا۔ اُس نے جب یہ بات سُنی تو گھبراہٹ کی وجہ سے وہ بات بھول گئی، جب اللہ نے فرمایا کہ "غم نہ کرنا، یقیناً ہم اسے تیری طرف لوٹا دیں گے اور ہم اسے رسولوں میں سے بنانے والے ہیں۔"(18)

7- ملکہ سبا(بلقیس) کا ذکر:

سورۃ النمل کی آیت نمبر ۲۷ تا ۳۱ میں ارشاد فرمایا گیا: قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ. اِذْهَبْ بِّكِتٰبِیْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَیْهِمْ ثُمَّ ----- قَالَتْ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّیْۤ اُلْقِیَ اِلَیَّ كِتٰبٌ كَرِیْمٌ. اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَ اْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ(19) "سلیمانؑ نے کہا: ابھی ہم دیکھ لیتے ہیں کہ تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے۔ میرا یہ خط لے جا اور اسے ان لوگوں کی طرف ڈال دے، پھر الگ ہٹ کر دیکھ کہ وہ کیا ردعمل کرتے ہیں۔ ملکہ بولی: "اے اہلِ دربار! میری طرف ایک بڑا اہم خط پھینکا گیا ہے۔ وہ سلیمانؑ کی جانب سے ہے اور اللہ رحمٰن و رحیم کے نام سے شروع کیا گیا ہے۔ مضمون یہ ہے کہ "میرے مقابلہ میں سرکشی نہ کرو اور مسلم ہو کر میرے پاس حاضر ہو جاؤ"۔

ہدہد نے جب سلیمانؑ کو ملکہ سبا کی خبر دی تو آپ نے فرمایا کہ ہم دیکھ لیتے ہیں کہ تو سچ کہہ رہا ہے یا جھوٹ۔ چنانچہ آپ نے بلقیس (ملکہ سبا) کی طرف ایک خط لکھا جس کا مضمون اگلی آیت میں مذکور ہے اور ہدہد کو حکم دیا کہ اسے لے جا کر بلقیس کو پہنچا دے اور پھر اس کے ردِ عمل سے مطلع کرے۔ خط پہنچا کر بھاگ نہ آنا، الگ کھڑے ہو کر دیکھنا کہ اس کے بارے میں باہم کیا بات چیت کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ملکہ سبا اپنے درباروں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی تو ہدہد نے وہاں آ کر پھڑ پھڑانا شروع کر دیا۔ جب بلقیس نے اوپر دیکھا تو اس نے وہ خط ملکہ کی گود میں پھینک دیا۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ وہ سو رہی تھی اور ہدہد روزن سے داخل ہوا، اور خط اِس کے سینے پر رکھ دیا۔ بہر حال اس نے خط پڑھا تو اس کے ایجاز اور پُر جلال اسلوب کو دیکھ کر لرز گئی۔ اور فوراً شاہی مشیروں کی مجلس منعقد کی، اُنہیں خط پڑھ کر سنایا۔(20) کہا کہ یہ خط ایک غیر معمولی طریقے سے آیا ہے۔ بجائے اس کے کہ کوئی سفارت اسے لا کر دیتی، ایک پرندے نے اِسے لا کر مجھ پر ٹپکا دیا ہے۔ دوسری یہ کہ وہ فلسطین و شام کے عظیم فرمانروا سلیمانؑ کی جانب سے ہے۔ تیسری یہ کہ اِسے اللہ رحمٰن و رحیم کے نام سے شروع کیا گیا ہے، حالانکہ دُنیا میں کہیں کسی سلطنت کے مراسلوں میں یہ طریقہ استعمال نہیں کیا جاتا۔ پھر سب دیوتاؤں کو چھوڑ کر صرف خدائے بزرگ و برتر کے نام پر خط لکھنا بھی ہماری دُنیا میں ایک غیر معمولی بات ہے۔ ان سب باتوں کے ساتھ یہ امر اس کی اہمیت کو اور زیادہ بڑھا دیتا ہے کہ اس میں بالکل صاف صاف ہم کو یہ دعوت دی گئی ہے کہ ہم سرکشی چھوڑ کر اطاعت اختیار کر لیں اور تابع فرمان بن کر یا مسلمان ہو کر سلیمانؑ کے آگے حاضر ہو جائیں۔ "مسلم" ہو کر حاضر

ہونے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ مطیع بن کر حاضر ہو جاؤ۔ دوسرا یہ کہ دینِ اسلام قبول کر کے حاضر ہو جاؤ۔(21) حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ مشیروں نے فیصلہ کا اختیار ملکہ کے سپرد کر دیا جو سخت اضطراب کا شکار تھی۔ وہ حضرت سلیمانؑ کی قوت و سطوت سے اچھی طرح واقف تھی۔ اسے معلوم تھا کہ وہ آپ کے لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ پھر ملکہ نے ایک چال چلتے ہوئے صلح پر آمادگی ظاہر کی اور کہنے لگی کہ میں ایک گرانقدر تحفہ بھیجتی ہوں جو ان کے شایانِ شایان ہو گا۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ ملکہ نے قبولِ اسلام میں کیسی دانائی سے کام لیا، اسے معلوم تھا کہ تحفہ بڑی پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ملکہ نے اپنے درباریوں سے کہا کہ اگر سلیمان نے ہدیہ قبول کر لیا تو سمجھ لینا وہ بادشاہ ہیں، اس لیے ان سے جنگ کرنا اور اگر انہوں نے ہمارا ہدیہ قبول نہ کیا تو سمجھ لینا وہ نبی ہیں، اس لئے ان کی اتباع کرنا۔(22)

8- اُمِ جمیل کا ذکر:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلٰى (23)

اے نبی! تمہارے رب نے نہ تمہیں چھوڑا اور نہ ناپسند کیا۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مدت تک رسول اللہ ﷺ پر وحی کا نزول بند رہا تھا۔ مختلف روایات میں یہ مدت مختلف بیان کی گئی ہے۔ ابنِ جُریج نے ۱۲ روز، کلبی نے ۱۵ روز، ابنِ عباس نے ۲۵ روز، سُدی اور مقاتل نے ۴۰ روز اس کی مدت بیان کی ہے۔

بہر حال جب آپ ﷺ پر وحی کا نزول رُک گیا تو آپؐ بہت غمگین ہوئے اور مخالفین بھی آپؐ کو طعنے دینے لگے تھے۔ جُندُب بن عبد اللہ البجلی کی روایت ھے کہ جب جبریلؑ کے آنے کا سلسلہ رک گیا تو مشرکین نے کہنا شروع کر دیا کہ محمدؐ کو ان کے رب نے چھوڑ دیا ہے۔ (ابنِ جریر، طبرانی، عبد بن حمید، سعید بن منصور، ابنِ مردویہ) دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو لہب کی بیوی اُمِ جمیل نے، جو حضورؐ کی چچی ہوتی تھی اور جس کا گھر حضورؐ کے مکان سے متصل تھا، آپؐ سے کہا: "معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے شیطان نے تمہیں چھوڑ دیا ہے۔"(24) دوسری جگہ روشن دن اور تاریک اور پُر سکون رات کی قسم کھا کر کفار کے اعتراضات اور مطاعن کی تردید فرمائی اور ساتھ ہی اپنے حبیب کی دلجوئی کر دی کہ اے محبوب! آپ کے پروردگار نے نہ تو آپ کو چھوڑا ہے اور نہ وہ آپ سے ناراض ہوا ہے، بلکہ وحی کے نزول میں بھی اس کی حکمت تھی اور اس کے انقطاع میں بھی کئی حکمتیں مضمر ہیں۔(25)

9- حضرت عائشہؓ اور ان کی والدہ (اُمِّ رُومانؓ) کا ذکر: ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ-لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ-بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ- لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ-وَ الَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ(26)

"بیشک جو لوگ بڑا بہتان لائے ہیں وہ تم ہی میں سے ایک جماعت ہے۔ تم اس بہتان کو اپنے لیے برا نہ سمجھو، بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ ان میں سے ہر شخص کے لئے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا اور ان میں سے وہ شخص جس نے اس بہتان کا سب سے بڑا حصہ اٹھایا اس کے لیے بڑا عذاب

ہے۔

یہاں سے اُس واقعے پر کلام شروع ہوتا ہے جو اس سورہ کے نزول کا اصل سبب تھا۔ اس واقعہ کی داستان خود حضرت عائشہؓ نے بیان کی ہے۔ آپؓ فرماتی ہیں: "اس بہتان کی افواہیں کم وبیش ایک مہینے تک شہر میں اُڑتی رہیں۔ نبی کریم ﷺ سخت اذیت میں مبتلا رہے۔ میں روتی رہی، میرے والدین انتہائی پریشانی اور رنج وغم میں مبتلا رہے۔ آخر کار ایک روز حضورؐ تشریف لائے اور میرے پاس بیٹھے، اس پوری مدت میں آپؐ کبھی میرے پاس نہ بیٹھے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ اور اُم رومانؓ (عائشہؓ کی والدہ) نے محسوس کیا کہ آج کوئی فیصلہ کُن بات ہونے والی ہے۔ اس لیے وہ دونوں بھی میرے پاس آکر بیٹھ گئے۔ آپؐ نے فرمایا: عائشہ! مجھے تمہارے متعلق یہ خبریں پہنچی ہیں۔ اگر تم بے گناہ ہو تو اُمید ہے کہ اللہ تمہاری براءت ظاہر فرمادے گا، لیکن اگر واقعی تم کسی گناہ میں مبتلا ہوئی ہو تو اللہ سے توبہ کرو اور معافی مانگو، بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کر لیتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ یہ بات سن کر میرے آنسو خشک ہوگئے۔ (27) میں نے اپنے والد گرامی سے کہا کہ حضور ﷺ کی بات کا جواب دیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ پھر میں نے والدہ سے کہا تو انہوں نے بھی جواب دینے سے معذوری ظاہر کی۔ اگرچہ میں نوعمر تھی اور زیادہ قرآن بھی نہیں پڑھا تھا لیکن میں نے کہا: بخدا! آپ نے ایک بات سنی اور وہی آپ کے دل میں جم گئی۔ اگر میں یہ کہوں کہ میں بے گناہ ہوں تو خدا جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں اور آپ میری بات نہیں مانیں گے۔ اب میرے پاس اور کوئی چارہ کار نہیں کہ میں وہ بات کہوں جو حضرت یعقوبؑ نے کہی تھی: فَصَبر جميل والله المستعان على ماتصفون۔ پھر میں منہ پھیر کر بستر پر لیٹ گئی۔ (28) مجھے یقین تھا کہ اللہ ضرور میری براءت فرمائے گا لیکن مجھے یہ خیال نہ تھا کہ میرے بارے میں آیاتِ قرآنی نازل ہوں گی۔ میں اپنے آپ کو اس کا اہل نہ سمجھتی تھی۔ حضور ﷺ ابھی ادھر ہی تشریف فرما تھے کہ نزولِ وحی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ سردی کی موسم میں بھی نزولِ وحی کے وقت پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح ڈھلکنے لگتے تھے۔ جب وہ کیفیت ختم ہوئی تو حضورؐ ہنس پڑے اور پہلی بات جو آپؐ نے فرمائی وہ یہ تھی:

"اے عائشہ مبارک ہو اللہ نے تیری براءت فرمادی۔" میری والدہ نے کہا: "اے عائشہ اُٹھ اور حضورؐ کا شکریہ ادا کر۔" میں نے کہا بخدا میں نہیں اُٹھوں گی اور نہ کسی کا شکریہ ادا کروں گی۔ صرف اللہ کا شکر ادا کروں گی جس نے میری براءت فرمائی۔ (29)

10- حضرت زینبؓ کا ذکر: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَاكَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَامُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ- وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (30)

"اور کسی مسلمان مرد اور عورت کے لئے یہ نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ فرمادیں تو انہیں اپنے معاملے کا کچھ اختیار باقی رہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے تو وہ بیشک صریح گمراہی میں بھٹک گیا"۔

رسول اللہ ﷺ اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہؓ کی شادی کا پیغام لے کر حضرت زینب بنت جحشؓ کے پاس تشریف لے گئے، وہ کہنے لگیں کہ میں ان سے نکاح نہیں کروں گی۔ آپؐ نے فرمایا: انکار نہ کرو بلکہ اِن سے نکاح کرلو۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے میرے بارے میں

سوچنے اور مشاورت کرنے کرنے کی مہلت عطا فرمائیں۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ یہ آیت نازل ہو گئی۔ اسے سن کر زینبؓ نے عرض کی: یا رسول اللہ کیا آپ میرے اس نکاح سے رضامند ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ آپ کہنے لگیں پھر تو میری مجال نہیں کہ میں انکار کروں۔ میں آپؐ کی نافرمانی نہیں کر سکتی، میں نے خود کو زید کے نکاح میں دیا۔(31) چنانچہ حضور ﷺ نے خود ان کا نکاح حضرت زید سے پڑھا دیا۔ دس دینار مہر ادا کیا کچھ پارچات، گھریلو ضرورت کا سامان اور خورد و نوش کی چیزیں ان کے ہاں بھیج دیں۔(32) ابنِ عباسؓ، مجاہدؒ، قتادہ، عکرمہؒ اور مقاتلؒ بن حیان کہتے ہیں: کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب نبی کریمؐ نے حضرت زیدؓ کے لیے حضرت زینبؓ کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا تھا تو زینبؓ اور ان کے رشتہ داروں نے اسے نامنظور کر دیا تھا۔ ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ جب حضورؐ نے یہ پیغام دیا تو حضرت زینب نے کہا: "میں اُس سے نسب میں بہتر ہوں"۔

ابن سعدؒ کا بیان ہے کہ اُنھوں نے جواب میں یہ بھی کہا تھا: "میں اُسے اپنے لیے پسند نہیں کرتی، میں قریش کی شریف زادی ہوں" (33)

11- حضرت ابراہیمؑ کی زوجہ (سارہ) کا ذکر: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ امْرَاَتُه قَآىِٕمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ-وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ (34)

"اور ان کی بیوی (وہاں) کھڑی تھی تو وہ ہنسنے لگی تو ہم نے اسے اسحاق کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی خوشخبری دی"۔

آپؑ کی اہلیہ محترمہ حضرت سارہ جو آپ کے چچا کی بیٹی تھیں پاس کھڑی تھیں یا تو جب مہمان آئے اور حضرت ابراہیم ان سے گفتگو کرنے لگے تو یہ خیمہ میں کھڑی ہو کر سننے لگیں۔(35) فرشتوں کے انسانی شکل میں آنے کی خبر سنتے ہی پورا گھر پریشان ہو گیا تھا اور حضرت سارہ بھی گھبرائی ہوئی باہر نکل آئی تھیں۔ فرشتوں نے حضرت ابراہیمؑ کی بجائے حضرت سارہؑ کو اسحاقؑ کی خوشخبری دی۔

اس سے پہلے حضرت ابراہیم کے ہاں ان کی دوسری بیوی حضرت ہاجرہؑ سے سیدنا اسماعیل پیدا ہو چکے تھے، مگر حضرت سارہؑ بے اولاد تھیں اس لیے وہ اس بات سے بہت زیادہ غمگین تھیں۔ اس لیے سارہؑ کو یہ خوشخبری سنائی کہ تمھارے ہاں اسحاق جیسا جلیل القدر بیٹا پیدا ہو گا بلکہ یہ بھی بتایا کہ اس بیٹے کے بعد پوتا بھی یعقوب جیسا عالی شان پیغمبر ہو گا۔(36) عثمان بن محیصنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم کے پاس آنے والے مہمان چار فرشتے تھے: جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور رفائیلؑ۔ نوح بن ابی شداد کا خیال ہے کہ جب فرشتے ابراہیمؑ کے پاس آئے اور آپؑ نے ان کے سامنے بچھڑا پیش کیا تو جبرئیلؑ نے اسے اپنے پر کے ساتھ چھوا، وہ زندہ ہو کر چلتے ہوئے گھر میں اپنی ماں سے جا ملا۔ ایک جگہ یہ سوال کیا گیا ہے کہ سارہؑ کے ہنسنے کی وجہ کیا تھی؟ اس بارے میں چند اقوال نقل کیے جاتے ہیں، محمد بن قیس کہتے ہیں کہ ان کے ہنسنے کی وجہ ان کا یہ گمان تھا کہ وہ بھی قوم لوط جیسا عمل کرنا چاہتے ہیں۔ کلبی کہتے ہیں کہ ابراہیمؑ کی گھبراہٹ کو دیکھ کر سارہؑ کو ہنسی آ گئی۔ وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ حضرت اسحاقؑ کی ولادت کی خوشخبری پر آپ کو ہنسی آئی لیکن یہ قول سیاق کے مخالف ہے کیونکہ بشارت صراحتہ ضحك (ہنسی) پر مرتب ہو رہی ہے۔(37)

12- حضرت لوط کی بیٹیوں کا ذکر: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالَ یٰقَوْمِ هٰۤؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ لَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ- اَلَیْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ (38)

"لوط نے فرمایا: اے میری قوم! یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لیے پاکیزہ ہیں تو اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں میں رسوانہ کرو۔ کیا تم میں کوئی ایک آدمی بھی نیک کردار والا نہیں؟"

مجاہد کہتے ہیں کہ "بناتی" سے مراد آپ کی بیٹیاں نہیں بلکہ آپ کی قوم کی بیٹیاں ہیں، کیونکہ ہر نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔ قتادہ وغیرہ سے بھی یہی مروی ہے، ابن جریج کہتے ہیں کہ آپ نے انہیں عورتوں سے نکاح کرنے کا حکم دیا، یہ نہیں کہ بغیر نکاح کے عورتوں کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کو کہا۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں قوم کی عورتیں آپ کی بیٹیاں ہیں اور آپ ان کے باپ ہیں۔(39) تورات میں روایت ہے کہ آپ کی بیٹیاں شادی شدہ تھیں۔ اس لیے ان کے بیاہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کتاب پیدائش باب ۱۹ کی آیت ۱۲ میں ہے کہ تب ان مردوں نے لوطؑ سے کہا، کیا یہاں تیرا اور کوئی ہے؟ داماد اور اپنے بیٹوں اور بیٹیوں اور جو کوئی تیرا اس شہر میں ہو سب کو اس مقام سے باہر نکال لے جا۔ آیت ۱۴ میں ہے۔ تب لوط نے باہر جا کر اپنے دامادوں سے جنھوں نے اس کی بیٹیاں بیاہی تھیں، باتیں کیں اور کہا اُٹھو اور اس مقام سے نکلو کیونکہ خداوند اس شہر کو نیست کرے گا۔(40) حضرت لوطؑ کا منشا صاف طور پر یہ تھا کہ اپنی شہوتِ نفس کو اُس فطری اور جائز طریقے سے پورا کرو جو اللہ نے مقرر کیا ہے، اور اس کے لیے عورتوں کی کمی نہیں ہے۔(41)

13- حضرت موسیٰؑ کی بہن کا ذکر: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ قَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (42)

"اور اس کی ماں نے اس کی بہن سے کہا: اس کے پیچھے چلی جا تو وہ بہن اسے دور سے دیکھتی رہی اور ان (فرعونیوں) کو خبر نہ تھی"۔

موسیٰ کی والدہ نے اپنی بڑی بیٹی سے کہا جو ذرا سمجھدار تھیں کہ ذرا اس صندوق کے پیچھے پیچھے چلتی رہو اور تمام حالات پر نظر رکھو، پھر مجھے آگاہ کرنا۔ چنانچہ یہ دور سے دیکھتے ہوئے اس طرح چلنے لگیں کہ گویا اس صندوق سے لاتعلق ہیں۔ ادھر فرعون کی بیوی آسیہ موسیٰؑ کو دودھ پلانے کے لیے محل کے اندر لے گئی۔ اور محل میں موجود ہر ایک ایک دایہ کے سپرد باری باری کیا لیکن آپ نے کسی دایہ کے دودھ کو منہ نہ لگایا۔ آخر اُس بچے کو باہر لایا گیا تاکہ کوئی ایسی عورت تلاش کی جاسکے جو اِس بچے کو دودھ پلانے کی صلاحیت رکھتی ہو۔ آپؑ کی بہن نے آپ کو باہر لوگوں کے ہاتھوں میں دیکھا تو پہچان گئیں۔ لیکن نہ اس کا اظہار کیا اور نہ کسی کو خبر تک ہونے دی۔(43) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ کی بہن بھائی کے پیچھے فرعون کے محل میں پہنچ جانے کے بعد گھر ہی نہیں بیٹھ گئیں، بلکہ وہ اپنی ہوشیاری سے محل کے اردگرد چکر لگاتی رہی اور جب دیکھا کہ بچہ کسی کا دودھ نہیں پی رہا اور ملکہ عالیہ پریشان ہیں، تو وہ ذہین لڑکی سیدھی محل پہنچ گئی اور جا کر کہا کہ میں ایک انّا کا پتہ بتاتی ہوں جو اس بچے کو بڑی شفقت کے ساتھ پالے گی۔ اسرائیلی روایات کے مطابق آپؑ کی بہن کی عمر اُس وقت ۱۰ سے ۱۲ برس تھی۔(44)

14- ازواج مطہرات کا ذکر: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ-وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا (45)

"اے نبی کی بیویو! جو تم میں حیا کے خلاف کوئی کھلی جرأت کرے تو اسے دوسرں کے مقابلے میں دُگنا عذاب دیا جائے گا اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے"۔

اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کو واعظ ونصیحت فرما رہا ہے، جنھوں نے دنیا کی بجائے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ اور روزِ آخرت کو پسند کیا اور ہر حال میں آپؐ کی زوجیت میں رہنے پر نازاں رہیں۔ اس خصوصی مقام کے پیش نظر ان کے لیے خاص حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر نبی کریمؐ کی کوئی زوجہ کھلی ہوئی بیہودگی کرے تو اس کے لیے عذاب دوچند کر دیا جائے گا۔(46) تم نبی کریم کی بیویاں ہو۔ ساری اُمت کی بچیوں اور خواتین کے لیے تماری زندگی ایک نمونہ ہے۔ اللہ کے نزدیک تمہارا بڑا اُونچا مقام ہے۔ لیکن اس رفعتِ شان اور عظمتِ مقام کے تقاضے پورا کرنا تمہارا فرض ہے۔ خبردار! تمہارے اُجلے دامن پر کوئی داغ لگنے نہ پائے۔(47) اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ نعوذ باللہ! نبی ﷺ کی ازواج سے کسی بھی قسم کی فحش حرکت کا اندیشہ تھا، بلکہ اس کا مقصد ازواجِ نبوی کو یہ احساس دلانا تھا کہ معاشرے میں ان کا مقام جس قدر بلند ہے اسی کے لحاظ سے ان کی ذمہ داریاں بہت سخت ہیں، اس لیے ان کا اخلاقی رویہ انتہائی پاکیزہ ہونا چاہیے۔(48)

خلاصہ بحث

قرآن مجید میں عورتوں کا تذکرہ مختلف آیات اور سورتوں کی روشنی میں کئی مقامات پر کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں عورتوں کو احترام دینے اور ان کے حقوق کی پیشگوئی کی گئی ہے۔ مثلاً سورۃ النساء کی آیت نمبر:(۱) میں ان کی اہمیت پر وضاحت کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر (۳۳) میں عورتوں کی حمایت کی گئی ہے۔ قرآن میں بعض مقامات پر مختلف عورتوں کا ذکر نام لے کر کیا گیا ہے۔ جن میں کافر اور مسلمان دونوں شامل ہیں۔ قرآن میں ایک پوری سورۃ موجود ہے، جس کا نام حضرت مریمؑ کے نام سے رکھا گیا۔ جس میں ان کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ قرآن میں مختلف خواتین کے واقعات کو مختلف اسلوب سے بیان کیا گیا ہے۔ جس میں حکمت اور تبلیغ کے اسلوب کے ساتھ ساتھ اسرار و احکام اور مثالیں اور نصیحتیں بھی شامل ہیں۔ نافرمان اور نیک عورتوں کے واقعات سے سبق ملتا ہے۔

نتائج وسفارشات

1۔ قرآن میں دو خواتین "حضرت عائشہؓ، حضرت مریمؑ" کی پاکدامنی کی تصدیق کی گئی ہے۔

2۔ قرآن مجید میں عورتوں کا زیادہ تذکرہ "سورۃ النساء، سورۃ البقرہ، سورۃ نور، سورۃ مریم" میں کیا گیا ہے۔

3۔ قرآن مجید میں خواتین کو احتراماً ماں، بہن، بیٹی اور زوجہ کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے۔

4۔ قرآن مجید میں عورتوں کے متعلق موضوعات اور ان کے مسائل مثلاً نکاح، طلاق، میراث اور حق مہر کے حوالے سے تذکرہ کیا گیا ہے۔

5۔ قرآن مجید میں ان خواتین "مریمؑ، عزیز مصر کی بیوی (زلیخا)، لوطؑ کی بیوی (واھلہ)، بی بی آسیہ "کا ذکر باقاعدہ نام کے ساتھ کیا گیا ہے۔

6۔ قرآن مجید عورتوں کا تذکرہ کر کے اس بات کا اعلانِ عام کر رہا ہے کہ اللہ نے عورتوں اور مردوں کو مساوی حقوق دیئے ہیں۔ اور عورتیں بھی معاشرے کی تشکیل کی بنیادی آکائی ہیں۔

حوالہ جات

1۔ سورۃ النساء(۴) : ۱۹

2۔ سورۃ النساء(۴) : ۱

3۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، ابی الفداء، القرشی، دمشقی، تفسیر قرآن العظیم، دار طیبہ پبلی کیشنز، سعودی عربیہ، ۲۰۰۷ تا ۲۰۰۷ء، ج:۱، ص:۶۳۴

4۔ سورۃ عمران(۳) :۳۷

5۔ ابن جریر طبری، محمد بن جریر بن یزید، (م310ھ) جامع البیان عن تاویل آی القرآن المعروف تفسیر طبری، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط الاولی، 1420ھ-2000م، ج:2، ص:۵۱۴ تا ۵۱۵

6۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۲۰۰۲ء، ج ۱، ص: ۲۴۸

7۔ ابن قیم، ابوعبداللہ، شمس الدین، محمد بن ابو بکر، الضوء المنیر علی التفسیر، دار القبس للنشر والتوزیع، ط دوم 2015م

8۔ سورۃ اعراف(۷) : ۸۳

9۔ الازہری، پیر محمد کرم شاہ، تفسیر ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، 1402ھ

10۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، ابی الفداء، القرشی، دمشقی، تفسیر قرآن العظیم، دار طیبہ پبلی کیشنز، سعودی عربیہ، ۲۰۰۷ تا ۲۰۰۷ء، ج:۲، ص:۴۰۱

11۔ آلوسی، شہاب الدین سید محمود، روح المعانی فی تفسیر قرآن العظیم، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ج:۴، ص:۲۳۰

12۔ سورۃ یوسف(۱۲) : ۳۰

13۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۲۰۰۲ء، ج ۲، ص:۳۹۶

14۔ سورۃ القصص(۲۸) :۹

15۔ سورۃ القصص(۲۸) : ۷

16۔ ابن قیم، ابوعبداللہ، شمس الدین، محمد بن ابو بکر، الضوء المنیر علی التفسیر، دار القبس للنشر والتوزیع، ط دوم 2015م

17۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، ابی الفداء، القرشی، دمشقی، تفسیر قرآن العظیم، دار طیبہ پبلی کیشنز، سعودی عربیہ، ۲۰۰۷ تا ۲۰۰۷ء، ج:۳، ص:۶۴۱

18۔ الازہری، محمد کرم شاہؒ، پیر، ضیاء القرآن، پبلی کیشنز لاہور، س ن، ج:۱، ص:۳۱۵ ، ج ۳، ص ۴۷۹

19۔ سورۃ النمل(۲۷) : ۲۷ تا ۳۱

20۔ پانی پتی، ثناء اللہ، تفسیر مظہری، مکتبہ ضیاء القرآن، لاہور، ج ۳، ص:۴۹۱

21۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۲۰۰۲ء، ج ۳، ص ۵۷۲

22۔ آلوسی، شہاب الدین سید محمود، روح المعانی فی تفسیر قرآن العظیم، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ج:۱، ص:۳۰۰

23۔ سورۃ الضحیٰ(۹۳) : ۳

24۔ ابن جریر طبری، محمد بن جریر بن یزید، (م310ھ) جامع البیان عن تاویل آی القرآن المعروف تفسیر طبری، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط الاولیٰ، 1420ھ-2000م، ج:۴، ص:۴۵۱

25۔ عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، دارالاشاعت، کراچی، س ن، ص:70

26۔ سورۃ نور (۲۴) : ۱۱

27۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۲۰۰۲ء،، ج۳، ص: ۳۶۳تا ۳۶۴

28۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، ابی الفداء، القرشی، دمشقی، تفسیر قرآن العظیم، دار طیبہ پبلی کیشنز، سعودی عریبیہ، ۲۰۰۷ تا ۱۴۲۷ء، ج:۳، ص:۴۶۰

29۔ عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، دارالاشاعت، کراچی، س ن، ص: ۱۰۷

30۔ سورۃ احزاب (۳۳) : ۳۶

31۔ آلوسی، شہاب الدین سید محمود، روح المعانی فی تفسیر قرآن العظیم، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ج:۲، ص:۱۰۰۹

32۔ عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، دارالاشاعت، کراچی، س ن، ص:۴۰۹

33۔ ابن جریر طبری، محمد بن جریر بن یزید، (م310ھ) جامع البیان عن تاویل آی القرآن المعروف تفسیر طبری، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط الاولیٰ، 1420ھ - 2000م، ج:۶، ص:۶۵۱

34۔ سورۃ ھود (۱۱): ۷۱

35۔ قادری، محمد قاسم، مفتی، صراط الجنان فی تفسیر القرآن، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ۲۰۱۳ء، ج:۷، ص:۵۴۴

36۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۲۰۰۲ء، ج ۲، ص ۳۵۴

37۔ تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، المملکۃ العربیۃ السعودیہ، ط الثالثۃ، 1419ھ، ج۷، ص:۴۰۱

38۔ سورۃ ھود (۱۱) :۷۸

39۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، ابی الفداء، القرشی، دمشقی، تفسیر قرآن العظیم، دار طیبہ پبلی کیشنز، سعودی عریبیہ، ۲۰۰۷ تا ۱۴۲۷ء، ج:۲، ص:۸۲۷

40۔ قادری، محمد قاسم، مفتی، صراط الجنان فی تفسیر القرآن، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ۲۰۱۳ء، ج:۳، ص:۳۳۳

41۔ ابن قیم، ابوعبداللہ، شمس الدین، محمد بن ابو بکر، الضوء المنیر علی التفسیر، دار القبس للنشر والتوزیع، ط دوم 2015م

42۔ سورۃ القصص (۲۸) :۱۱

43۔ ابن جریر طبری، محمد بن جریر بن یزید، (م310ھ) جامع البیان عن تاویل آی القرآن المعروف تفسیر طبری، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط الاولیٰ، 1420ھ - 2000م، ج:۱، ص:۳۲۲

44۔ ابن قیم، ابوعبداللہ، شمس الدین، محمد بن ابو بکر، الضوء المنیر علی التفسیر، دار القبس للنشر والتوزیع، ط دوم 2015م

45۔ سورۃ احزاب (۳۳) : ۳۰

46۔ آلوسی، شہاب الدین سید محمود، روح المعانی فی تفسیر قرآن العظیم، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ج:۴، ص:۲۳۰

47۔ تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، المملکۃ العربیۃ السعودیہ، ط الثالثۃ، 1419ھ، ج۴، ص:۵۴۱

48۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۲۰۰۲ء، ، ج ۴ ص:۸۸